فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن

مملکت

ہفتہ وار

ایڈیٹر

میر حسن الدین بی اے ال ال بی (عثمانیہ)

رجسٹرڈ انگلشیہ نمبر

رجسٹرڈ آصفیہ نمبر ۱

شرح چندہ
سالانہ ... ۔۔
ششماہی ... ۔۔
سہ ماہی ... ۔۔

قیمت پرانا پرچہ (۴ر)

قیمت فی پرچہ ۲ر

جلد ۵ | ۴ ارتیر سنہ ۱۳۵۴ف | ۶ جمادی الثانی ۱۳۶۴ھ | ۱۹ مئی ۱۹۴۵ء شنبہ | نمبر ۵

حکومت ہند کی صنعتی پالیسی متضادات کی حامل ہے

از

ڈی ایم ترکنڈے بیرسٹر ایٹ لا

ابھی آئندہ صنعتی پالیسی سے متعلق حکومت ہند نے ایک جامع بیان شائع کیا ہے۔ یہ بیان اس قدر جامع ہے کہ اس میں متضاد تصورات شامل ہیں۔ اس پالیسی کی تشکیل میں معلوم ہوتا ہے کہ کئی دماغوں نے حصہ لیا ہے۔ اس لئے صنعتی منصوبہ بندی کے اصولوں کی نسبت وہ متفق الرائے نہیں ہوسکے۔ حکومت کی اس پالیسی کو پوری طرح سمجھنے کے لئے اس بیان کے اہم اجزا کو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

(۱) ملک کی اہم صنعتوں کے نشو و نما کے لئے قانون کے ذریعہ ان صنعتوں کو جو تعداد میں تقریباً بیس ہیں صوبوں کے دائرہ عمل سے ہٹا کر ان کو مرکز کے تحت رکھا جائے گا۔

(۲) صنعتی نشو و نما کے مقاصد یہ ہوں گے۔ ملک کی قومی دولت میں اضافہ کرنا۔ رفاہ عام کے لئے اشیاء کو بہتر طور پر تیار کرنا۔ روزگار میں استحکام پیدا کرنا۔ اس بیان میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ حکومت کی پالیسی کا بنیادی اصول یہ ہے کہ صنعتی نشو و نما سے جو مزید دولت پیدا ہوگی اس کو اس طریقہ سے تقسیم کیا جائے گا جو سماجی اعتبار سے موزوں ہو۔

(۳) عدم مداخلت کی پالیسی ترک کر دی گئی۔

(۴) بنیادی صنعتوں کے نشو و نما کو تقدم حاصل ہوگا مگر منصوبہ بندی میں ایسا توازن رکھا جائے گا کہ اشیائے صرف تیار کرنے والی صنعتوں کو مناسب جگہ حاصل رہے۔

(۵) طویل المیعاد تائیدی پالیسی زیر غور ہے۔ اہم جنگی صنعتوں کی تائید روبہ عمل لائی جائے گی۔ اسی قسم کی دوسری صنعتوں کی تائید کی نسبت تحقیقات کی جائے گی۔

(۶) ریلوے اور جنگی کارخانے پہلے سے ہی حکومت کی ملک ہیں۔ قوت برقی کی تولید جہاں تک ممکن ہو حکومت کے قبضہ میں رہی جائے گی۔ دوسری بنیادی صنعتوں کو حکومت کے قبضہ میں لایا جائے گا یعنے قومی بنایا جائے گا۔ بشرطیکہ خانگی سرمایہ دار مناسب سرمایہ لگانے آمادہ نہ ہوں۔ خاص خاص صورتوں میں خانگی ایجنسی کے ذریعہ سرکاری صنعتیں چلائی جائیں گی۔

(۷) باقی دیگر صنعتوں کو خانگی سرگرمیوں کے لئے چھوڑ دیا جائے گا اور حالات ان پر نگرانی رکھی جائے گی۔

(۸) حکومت ان امور کی تکمیل کرے گی یعنی صنعتی نشو و نما کے لئے ضروری ہیں جیسے حمل و نقل رسل و رسائل برقی قوت کی تولید۔ معدنی وسائل کی پیمائش سائنٹفک اور صنعتی تحقیقات اور فنی تعلیم وغیرہ

(۹) ایسی بنیادی صنعتوں کے لئے جن کا خانگی سرمایہ کافی طور پر فراہم نہ ہو حکومت قرضے دے کر یا حصص خرید کر ان صنعتوں کی مدد کرے گی

(۱۰) مختلف رقبوں میں صنعتوں کو مرکوز کرنے کے لئے اجازت نامے دینے کا اختیار حکومت کے ہاتھ میں ہوگا۔

ان تجاویز کی جانچ پڑتال کرنا اس وجہ سے دشوار ہے کہ حکومت ہند کے اس بیان میں متضاد امور درج ہیں۔ بیان کے ایک حصہ میں کہا گیا ہے کہ اگر بعض بنیادی صنعتوں کے لئے خانگی سرمایہ کافی تعداد میں فراہم نہ ہو تو انہیں قومی بنایا جائے گا یعنے حکومت ان کو اپنے قبضہ میں لے لے گی۔ لیکن بیان کے دوسرے حصہ میں درج ہے کہ اگر ان بنیادی صنعتوں کے لئے خانگی سرمایہ کافی مقدار میں فراہم نہ ہو تو حکومت یا تو قرضے دے گی یا حصص خریدے گی۔ یہ دو قسم کے طریقے جو حکومت اختیار کرنا چاہتی ہے سماجی اور معاشی اثرات کے اعتبار سے ایک دوسرے سے بالکل متضاد ہیں۔ یہ سمجھنا دشوار ہے کہ درحقیقت واحد ہیں یہ دو طریقے حکومت کس طرح اختیار کرسکے گی۔

اسی قسم کی اور بھی متضاد چیزیں اس بیان میں درج ہیں۔ خانگی کارخانوں کی حد تک جہاں سابقہ کا امکان ہے حکومت نے وعدہ کیا ہے کہ ایک طرف یہ مزدوروں کی فلاح و بہبود کے لئے وہ مداخلت کرے گی۔ اسی قسم کے کارخانوں سے متعلق ایک دوسرے موقع پر اس بیان میں کہا گیا ہے کہ خانگی کارخانوں کے منافع پر قیود عائد کرکے ان کی حوصلہ شکنی کرنا غلطی ہوگی۔ جب کارخانہ داروں کو نقصان کا اندیشہ ہو تو انہیں منافع کمانے کا بھی موقع ملنا چاہئے۔ خانگی کارخانوں کی امداد کا ذکر

(بقیہ صفحہ ۱۱)

مملکت ہفتہ وار

جلد ۵	۱۴ ار تیر ۱۳۵۴ف	نمبر ۵

جنگ یورپ کا اختتام

چند پراگندہ خیالات

ہمیں مسرت ہے کہ اعلیٰحضرت شہریار دکن کے حلیف یعنی برطانیہ عظمیٰ کو جنگ یورپ میں نازیوں پر ہمہ جہتی فتح نصیب ہوئی۔ اتحادیوں کی فتح کا تجزیہ کیا جائے تو وہ امور ذیل کی شکل پائی جائے گی:-

(۱) روسی عسکریت۔

(۲) امریکی تمول اور صنعتی صلاحیت۔

(۳) برطانوی تدبر اور سیاست۔

کاش دنیا یہ کہنے کی قائل ہو جائے کہ نازیوں کی شکست دراصل ذہنی، جسمانی اور ملکی سیاسی نظریات کی شکست ہے۔

یہاں اس امر کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ یہاں ہر شخص بشریت کے استعمال کا آرزومند ہے وہاں یہ بھی صحیح ہے کہ کوئی شخص جرمن قوم کی من حیث القوم بربادی نہیں چاہتا کیونکہ جرمنی سے مراد وہ سارے علوم و فنون اور وہ ساری صلاحیتیں ہیں جنہوں نے اس قوم کو دنیا میں ممتاز مقام دے رکھا ہے۔

عام طور پر یہ کہا جا رہا ہے کہ جنگ یورپ کے اختتام اور جنگ جاپان کے اختتام کے مابین کوئی زیادہ طویل وقفہ نہ ہوگا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جاپان شاید چین سے صلح کرلے اور برطانیہ نیز امریکہ کے مقابلہ میں ہتھیار ڈال دے۔ ایسا ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے اگر ایسا ہو جائے تو کیا اس کے بعد یہ کہا جا سکتا ہے کہ جنگ برپا کرنے والے جرائم کا دنیا سے قلع قمع ہو گیا؟ توقع تھی کہ سان فرانسسکو سے اس اہم سوال کا جواب اثبات میں ملے گا لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ چینی اور روسی نمائندوں کے صلح پسندانہ رجحانات کے باوجود محکوم اقوام اور خاص کر ان ممالک کا مستقبل جن کی خبر گیری کی ذمہ داری "ٹرسٹی" کا بار بننے سے [illegible] ہنوز تاریک ہے۔ اور یہی وہ تاریکی ہے جس میں ایک نئی جنگ کی چنگاریاں پنہاں نظر آتی ہیں۔

سان فرانسسکو کانفرنس میں برطانیہ کے وزیر خارجہ مسٹر ایڈن نے ہندوستان کے متعلق جو بیان دیا ہے اگر اس کو ہندوستان کے سیاسی مستقبل کی نسبت آخری لفظ سمجھا جائے تو یہ سمجھنا بیجا نہ ہوگا کہ لارڈ ویول کی بہت سیاسی مشکوک ہو گئی۔ ان حالات میں کیا یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ ہندوستان اختتام جنگ یورپ کے جشن میں سرگرمی سے حصہ لے گا؟ جشن ضرور ہوئے اور چندے بھی جمع ہوئے لیکن بطور قوم کے ہندوستان کو حقیقی مسرت اسی وقت ہو سکتی ہے جبکہ وہ سیاسی اور معاشی غلامی سے آزاد ہو جائے اور ہندو مسلم اختلافات کو برطانوی اقتدار کے قیام کی وجہ نہ بنائی جائے۔

اہل حیدرآباد نے بھی جشن فتح میں حصہ لیا۔ لیکن حیدرآباد حقیقی معنوں میں اسی وقت مسرت محسوس کر سکتا ہے جبکہ حیدرآباد کو اس امر کا یقین ہو جائے کہ اب وہ اپنی قسمت کا آپ مالک ہے اور اس کی سیاسی اور معاشی ترقی میں کوئی رکاوٹیں حائل نہ ہوں گی۔ صورت حال یہ ہے کہ سان فرانسسکو میں حیدرآباد کو دعوت شرکت نہ دے کر اہل حیدرآباد کو یہ محسوس کرایا جا رہا ہے کہ دنیا کے نقشہ میں حیدرآباد کے لئے کوئی جگہ ہی نہیں ہے۔ اس کے باوجود حیدرآباد اپنے حلیف کی مسرتوں میں سرگرمی اور فیاضی کے ساتھ شریک ہے۔

بالخصوص جبکہ جنگ یورپ کے اختتام کے ساتھ ہندوستان کے مصائب بھی ختم ہو جاتے ہیں ہندوستان کو بشمول حیدرآباد جاپان کی شکست کی خاطر مزید قربانیاں کرنی ہوں گی اور مزید تکالیف برداشت کرنی ہوں گی۔ مثال کے طور پر یہ احتمال بیجا نہیں کہ ہندوستان کی غذائی صورت حال شاید بگڑ جائے کیونکہ ایک طرف تو ہندوستان میں افواج کی تعداد میں اضافہ ہوگا اور دوسری طرف وہ اناج جو مصر، لیبیا اور کینیڈا سے ہندوستان کو ملتا تھا اب یورپ کی آبادی کے لئے روانہ کیا جائے گا۔ ممکن ہے کہ کپڑے کی قلت اور گرانی میں بھی کچھ اضافہ محسوس ہو۔ ہمیں ابھی سے ان نئے مسائل سے دوچار ہونے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔

ہم نے گزشتہ ہفتہ کے اداریہ میں اس امر کی وضاحت کے ساتھ بحث کی ہے کہ سیاست کے میدان میں حیدرآباد کا موقف کیا ہونا چاہئے۔ ان خیالات کو یہاں دہرانا غیر ضروری ہے اور سچ پوچھئے تو اس مسئلہ سے نپٹنا حکومت کے فرائض میں داخل ہے لیکن دوسرے مسائل سے ہٹ کر اہل ملک کی خدمت میں یہ گزارش کرنا چاہتے ہیں کہ جنگ یورپ کی فتح کے جشن سے وہ یہ نہ سمجھ بیٹھیں کہ مصیبت کے دن ختم ہو گئے اور اب ہر طرف افراط اور ارزانی ہوگی۔ ہمارے خیال میں افراط اور ارزانی کا زمانہ ابھی دور ہے ہمیں نہیں چاہئے کہ اب بھی احتیاط، کفایت اور کم خرچی کو اپنا مسلک بنائے رہیں۔ اشیاء کی خرید اس وقت تک ملتوی کی جائے جب تک کہ ایسی خرید ناگزیر نہ ہو جائے۔ اور اس امر پر ابھی سے غور کرنا شروع کر دیں کہ اگر ان کو عادی اناج انہیں میسر نہ آئے تو وہ کس اناج سے اپنے آپ کو مانوس کر سکتے ہیں۔

ہم غیر ضروری وحشت پیدا کرنا نہیں چاہتے لیکن ہم یہ بھی نہیں چاہتے کہ ان تلخ حقائق کو ناظرین سے پوشیدہ رکھیں جو ہمیں نظر آ رہے ہیں۔ ہمیں ایسا نظر آ رہا ہے کہ اناج اور کپڑا شاید گراں تر ہو جائے۔ اس احساس کو بطور تنبیہ اہل ملک کے سامنے پیش کر دینا ہمارا وطنی اور انسانی فرض ہے۔

ہمیں یہ بھی محسوس ہو رہا ہے کہ سابق دوست کے حلیفوں کے بعد حیدرآباد کی قوت مقابلہ مستقبل سی ہو گئی ہے۔ خدا کرے کہ ہمارا یہ اندیشہ غلط ہو لیکن اول خویش بعد درویش والا اصول قانون فطرت کے عین مطابق ہے اور اسی اشارے پر ہم اپنے ان پراگندہ خیالات کو ختم کرتے ہیں۔

ایک جدید شفاخانے کی ضرورت

مقامی ساہوکاروں نے حکومت کو اس امر کی جانب متوجہ کرنے کی کوشش کی ہے کہ دواخانہ عثمانیہ میں مریضوں کا رجوع اس قدر بڑھ گیا ہے کہ وہاں کا عملہ اور عمارت اس اضافے کے بار کو برداشت نہیں کر سکتے۔ مثلاً یہ شکایت اکثر کی گئی ہے کہ مریضوں کے داخلہ میں بڑی [illegible]

زس اور ڈاکٹرز مریضوں پر وہ توجہ نہیں کرتے جس کی ان کو حقیقتاً ضرورت ہوتی ہے۔ یہ شکایت بھی ہم تک پہونچی ہے کہ بعض ڈاکٹروں نے دواخانۂ عثمانیہ کو اپنی خانگی پراکٹس کا ذریعہ قرار دیا ہے اور انہی مریضوں کی جانب زیادہ توجہ ہوتی ہے جو کسی ڈاکٹر کو بنا سامانِ معاش کر لیتے ہیں۔ شفاخانے میں جو دوا ملتی ہے اور جو غذا دی جاتی ہے وہ بھی بسا اوقات معیار کے مطابق نہیں ہوتی۔ ایک صاحب کا بیان تھا کہ کسی مریض کو فوراً ایمبولنس کار دواخانہ میں منتقل کرنا ضروری تھا لیکن جب ایمبولنس کار حاصل کرنے کی کوشش کی گئی تو جواب ملا کہ پٹرول نہیں ہے سنا جاتا ہے کہ ایمبولنس کار کے لئے جو پٹرول دیا جاتا ہے اس سے بعض ڈاکٹرز اور نرسیں بھی استفادہ کرتی ہیں۔ ممکن ہے کہ یہ اطلاع بالکلیہ صحیح نہ ہو لیکن پھر بھی ایک ضرورت مند مریض کے لئے ایمبولنس کار کا فراہم نہ ہونا ایک تکلیف دہ واقعہ ہے۔ ان تمام واقعات سے جو نتیجہ اخذ ہو سکتا ہے وہ یہ ہے کہ دواخانۂ عثمانیہ کا رجوع اس درجہ بڑھ گیا ہے کہ عملہ، سازو سامان اور دیگر ضروری اشیاء اس بڑھتے ہوئے رجوع کے لئے کافی نہیں۔ ان حالات میں حکومت کے لئے صرف ایک ہی راستہ کھلا ہوا ہے اور وہ یہ کہ شہر میں ایک اور بڑے شفاخانہ کا اضافہ کرے۔

حیدرآباد کی بدقسمتی ہے کہ یہاں کا سرمایہ دار طبقہ کارِ خیر کے لئے پیسہ صرف کرنا اپنے فرائض سے باہر سمجھتا ہے۔ ہندوستان کے دیگر شہروں میں شاید ہی کوئی ایسا شہر ہوگا جہاں کے مخیر اصحاب نے شفاخانے، یتیم خانے اور مدارس کھول نہ رکھے ہوں۔ اگر نواب سالار جنگ بہادر چاہیں تو اپنی بارہ دری میں ایک بڑا شفاخانہ تعمیر کر کے اس کو جدید آلات اور ادویات سے آراستہ کر سکتے ہیں اگر پائیگاہ میں تہیہ کر لیں تو ان کے لئے بھی یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے اگرچہ پائیگاہ ہوں کی مالی حالت نواب سالار جنگ بہادر کے مقابلہ میں بہتر نہیں ہے مقامی ساہوکاروں اور سرمایہ داروں میں سیٹھ پنا لال پتی، سیٹھ ننک رام بدرودکا، سیٹھ موہن لال پٹی، سیٹھ سری کشن سکھ دیو، سیٹھ گنگا بشن موہن لال مشرنکل، نکسن، راما ریڈی، خان بہادر احمد نواز جنگ، خان صاحب عبدالکریم بابو خان، سیٹھ گوپال داس، مرزا معصوم واحد خان صاحب اگر چاہیں تو کئی شفاخانے، مدارس اور یتیم خانے تعمیر کر کے کامیابی کے ساتھ چلا سکتے ہیں۔ خدا ان اصحاب کو اس کی توفیق عطا کرے۔ مجلس جاگیرداران پر بھی قابلِ عمل کیا ہے کہ اس نے اپنی جانب سے دواخانۂ عثمانیہ میں چندہ وارڈ کا اضافہ کرنے کا تصفیہ کیا ہے جس کے لئے چندہ وصول کیا جا رہا ہے۔

چونکہ ہمارا سرمایہ دار طبقہ غریبوں کی مشکلات اور پبلک کی ضروریات کا کوئی احساس نہیں رکھتا اس لئے بالآخر حکومت ہی کو یہ فرض انجام دینا ہوگا۔ ہم سرنل واگہرے سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ اس مسئلہ پر اپنی فوری توجہ مبذول فرمائیں گے اور مقامی شفاخانوں میں ایک اور شفاخانہ کا اضافہ کریں گے جو دواخانۂ عثمانیہ کے رجوع کو اپنی جانب کھینچ سکے۔ جنگ کے اختتام کی وجہ سے یہ توقع بے جا نہیں کہ ادویات اور آلاتِ جراحی کی درآمد کی اولیت حاصل رہے گی۔

شہریارِ دکن و برار کی جنگی امداد پر ملک معظم کا اظہار تشکر

حیدرآباد۔ ۱۰ مئی۔ اتحادی دول کے آگے جرمنی کی غیر مشروط اطاعت کے سلسلہ میں اعلیٰحضرت شہریارِ دکن و برار اور ملک معظم کے درمیان جن پیامات کا تبادلہ ہوا ان کے نقول درج ذیل ہیں۔

جلالت الملک کا پیام

نقل ٹیلیگرام

"حیدرآباد دکن
۷ مئی ۱۹۴۵ء
ایکسپرس

بخدمت ہز ایکسلنسی وائسرائے
وائسرائز ہاؤز۔ نئی دہلی۔

فتح مند اتحادی دول کے آگے جرمنی کی غیر مشروط اطاعت کے باعث صلح کے اعلان کے موقع پر میں یور ایکسلنسی سے درخواست کرتا ہوں کہ براہ مہربانی جنگ کے کامیاب اختتام پر ملک معظم و نیز اتحادی دول کی خدمت میں میری پرخلوص مبارکباد پہونچا دی جائے مجھے امید ہے کہ یہ اختتام اعلیٰ مقصد کے حصول کے لئے ساڑھے پانچ سال کی حیات کش کشمکش کے بعد ساری دنیا کے لئے دائمی امن کا ذریعہ ثابت ہوگا۔ خدا کا شکر ہے کہ بالآخر ہمیشہ ظفرمندی کا سہرا ان مساعی کے سر رہا اور برطانوی اور ہندوستانی سلطنت کے افق پر بہت جلد سکون و اطمینان کا دور دورہ ہوگا جس کے لئے ہم شب و روز دست بہ دعا تھے تاکہ ہماری آنکھوں کے سامنے فتح کا درخشاں آفتاب چمکتا ہوا نظر آئے۔"

"نظام"

ملک معظم کا پیام

نقل ٹیلیگرام

"نئی دہلی
۱۰ مئی ۱۹۴۵ء

بخدمت ہز اگزالٹیڈ ہائی نس دی نظام
حیدرآباد دکن

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں حسب ذیل پیام پہنچا دوں
"جرمنی کی غیر مشروط اطاعت پر یور اگزالٹیڈ ہائی نس نے مبارکباد کا جو پیام روانہ فرمایا ہے اس کے لئے میں یور اگزالٹیڈ ہائی نس کا بے حد ممنون ہوں۔ میں بخوبی واقف ہوں کہ یور اگزالٹیڈ ہائی نس نے ہمارے مشترکہ مقصد کو آگے بڑھانے کے لئے کس قدر خدمت کی ہے اور میں انتہائی شکرگزار ہوں۔"

"جارج آر۔ آئی"

"وائسرائے"

محکمہ اطلاعات

فتح کے بعد انصاف کی ضرورت

بیرسٹر اکبر علی خان کا بیان

حیدرآباد ۱۰ مئی۔ مسٹر میر اکبر علی خان بیرسٹر نے حسب ذیل ایک بیان میں کہتے ہیں کہ جنگ کے کامیابانہ اختتام پر ان تمام ممالک میں جو متحدین کے ساتھ تھے بجا طور پر اظہار مسرت کیا جا رہا ہے جن ان اعلیٰ مقاصد کے پیش نظر جن کے لئے متحدین نے اعلان جنگ کیا تھا تمام عالم میں اظہار اطمینان و تشکر کیا جائے تو بالکل حق بجانب ہے۔

اس موقع پر ہر فرد اور بالخصوص ان افراد کے لئے جو صاحب اقتدار ہیں یہ امر غور طلب ہے کہ شکر گذاری کا صحیح طریقہ کیا ہے اور اس سوال کے ایماندارانہ جواب دینے پر آئندہ کے امن اور عالم انسانی کی فلاح و بہبود کا انحصار ہے۔ میرے خیال میں حقیقی شکر گذاری یہ ہے کہ کمزور اقوام اور ممالک کے حق میں انصاف کیا جائے اور ان کی سیاسی و آزادی کو تسلیم کیا جائے ورنہ اندیشہ ہے کہ سابقہ جنگ سے زیادہ تلخ نتائج دنیا کو بھگتنا پڑے گا۔ میری تمنا ہے کہ برطانیہ عظمیٰ اور دیگر دول اپنے اعلیٰ اصولوں پر قائم رہیں مشرقی ممالک کے ساتھ انصاف کریں، ہندوستان کے حق آزادی کو تسلیم کریں اور سلطنت حیدرآباد کے متعلق جو اعلانات مسٹر چرچل وغیرہ نے [illegible]

جنگ کیوں شروع ہوئی

نازیت کا دام فریب

۱۹۱۸ء کی جرمن شکست کے بعد جرمنی میں جو ہنگامہ برپا ہوا اور اقتصادی، سیاسی اور سماجی طوائف الملوکی کا جو دور دورہ شروع ہوا۔ اس افراتفری کے زمانہ میں نازیت وجود میں آئی۔ جرمنوں کو یہ تحریک اس لئے پسند آئی کہ ان کو یہ باور کرایا گیا تھا کہ ۱۹۱۸ء کی شکست محض دھوکہ تھی۔ اس تحریک کے ذریعہ ان کو دوبارہ بیدار کرنے کی کوشش شروع کی گئی۔ دونوں جنگوں کے درمیانی وقت میں [illegible] جرمن قوم بے حد مفلس و پریشان تھی وہ بے پناہ [illegible] ۱۹۱۸ء کی شکست سے اس قوم کے دل مجروح ہو گئے تھے اور اس کو معاشی تباہی سے دوچار ہونا پڑا تھا۔ اس وقت وہ کسی ایسی تحریک کے گرویدہ تھے جس سے ان کی معاشی حالت درست ہو جاتی اور شکست کا بدلہ بھی لیا جاتا۔ انہوں نے ملک کی عظمت قائم رکھنے کے لئے نازیت کا ساتھ دیا لیکن یہ سمجھے بغیر کہ وہ کیا تھی اور اس کے طریقے کیا تھے۔ جب نازی حکومت نے وعدوں کو پورا کرنا شروع کر دیا تو جرمن قوم نازیت کو دل و جان سے اختیار کرنے لگی۔ ایک عام جرمن نہیں جانتا تھا اور نہ جاننے کی پرواہ کرتا تھا کہ نازیت اپنے وعدوں کو کس طرح پورا کر رہی ہے۔ اگر اس کو نازیوں کی حکمت عملی اور ان کے [illegible] کا پتہ ہوتا تو موجودہ جنگ کبھی نہ شروع ہوتی اور نہ آج جرمنوں کو اس شکست سے دوچار ہونا پڑتا جو ان کی پہلی شکست سے بھی زیادہ دردناک ہے۔ لیکن اپنے حکمرانوں کی تدابیر اور حکمت [illegible] نہیں کی جا سکتی۔

نازیوں نے برسر اقتدار آتے ہی یہ اعلان کر دیا کہ ۱۹۱۸ء میں جرمن فوجوں کو شکست نہیں ہوئی تھی بلکہ اندرونی غداروں کی وجہ سے جو یہودیوں کا پیدا کردہ تھا شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ اس اعلان کا مقصد دو گونہ تھا۔ ایک یہ کہ ۱۹۱۸ء کے غداروں کو یہودیوں کے سر تھوپتے ہوئے ان پر جور و تشدد کے دروازے کھول دیئے گئے۔ ہزاروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا اور ان کی جائدادوں پر نازیوں نے قبضہ کر لیا۔

دوسرے یہ کہ جب یہ جنگ ہی نہیں ہارے تھے تو معاہدہ ورسائی ان کے لئے کوئی معنی نہیں رکھتا تھا [illegible] جو اس نے [illegible] کی تھی کہ یہی غلط راہ اختیار کرنے والی قوم کی سرکشی کرے [illegible] بالکل ناکارہ ہو گئی۔ یہ حیثیت جنگ کے خلاف [illegible] سکتی تھی اور دنیا جو معاشی ابتری کا شکار تھی جرمنوں کو معاہدہ ورسائی کا پابند رکھ سکتی تھی [illegible] کی پابندی [illegible] کاربند تھا۔ انگلستان [illegible] تھا [illegible] اور خود بھی تھک چکا تھا۔ فرانس اندرونی نزاع کی وجہ سے کمزور تھا [illegible] کی وجہ سے خوف زدہ [illegible] تھا اپنے آپ کو دنیا سے علیحدہ کر لیا تھا۔ نازیوں نے اس صورت حال سے پورا فائدہ اٹھایا اور اپنے لائحہ عمل پر کاربند ہو گیا۔

جرمنی کے معاشی نظام میں سب سے پہلی تبدیلی جو نازیوں نے کی وہ صنعتوں پر حکومت کا کنٹرول تھا۔ اپنی قوم کے لاکھوں بیکاروں کو روزگار مہیا کرنے کے وعدے کو پورا کرنے کے لئے یہ ایک اہم اقدام تھا۔ لیکن نازیوں کے لئے یہ ممکن نہ تھا کہ اپنی صنعتی پیداوار کی کھپت کے لئے بازار پیدا کر لیں کیونکہ وہ معاشی تنگی میں مبتلا تھا۔ اس لئے انہوں نے جرمن جنرل اسٹاف کے تعاون سے ایک نئی تدبیر سوچی اور جرمنی کو مسلح کرنا شروع کر دیا۔

کہا جاتا ہے کہ جرمن قوم کو مسلح کرنے کا خیال ابتداً جرمن جنرل اسٹاف کے دل میں پیدا ہوا تھا لیکن ۱۹۱۸ء کی شکست کے بعد عوام ان کو کوئی وقعت نہیں دیتے تھے [illegible] جرمن جنرل اسٹاف کے متعلق یہی کہا جاتا ہے کہ وہ جنگیں لڑنے ہی کے لئے زندہ ہیں۔ انہوں نے ۱۹۱۸ء کے [illegible] پہلے ہی اگلی جنگ کے منصوبے بنانے شروع کر دیئے تھے۔ جب نازی پارٹی برسر اقتدار آئی تو جرمن جنرل اسٹاف نے اس بات کو محسوس کر لیا کہ وہ اس پارٹی کے ذریعہ جرمن قوم کو ایک دفعہ جنگ لڑنے پر آمادہ کر سکتے ہیں۔ علاوہ اس پارٹی کو برسر اقتدار لانے میں تمام جائز اور ناجائز طریقے اختیار کئے۔ اس کے ساتھ ساتھ جرمن جنرل اسٹاف نازیوں کے لئے اس طرح بھی کارآمد تھے کہ یہ بڑے بڑے زمیندار تھے اور فن جنگ کے ماہر بھی۔

جیسے ہی نازی برسر اقتدار آئے انہوں نے اپنے اصلی پروگرام کو جس کو وہ قومی تعمیری کاموں کے نام سے موسوم کرتے تھے، روبہ عمل لانا شروع کر دیا۔ [illegible] کی [illegible] سڑکوں کی تعمیر اور بیرونی سیاحوں نے جس کو سراہا تھا۔ چنانچہ ان کا سڑکوں کی تعمیر کا پروگرام مثال کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔ جرمنی میں سینکڑوں میل لمبی سیمنٹ کی سڑکیں تیار کی گئیں اور ان کے لئے لاکھوں مزدور کام پر لگائے گئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بیروزگاری تقریباً ختم ہو گئی۔ سیاح جو ان سڑکوں پر موٹر رانی کرتے تھے ان کی تعریف کرتے تھے حالانکہ یہ سڑکیں درحقیقت فوجی استعمال کے لئے بنائی گئی تھیں اور نازیوں کے پوشیدہ طور پر مسلح ہونے کے پروگرام کا ایک اہم جزو تھیں۔ سڑکوں کی اہمیت دنیا پر اس وقت پوری طرح ظاہر ہوئی جبکہ ان کا استعمال جرمن فوجی نقل و حمل کے لئے ہونے لگا۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ فوجوں اور سامان حرب کو تیزی کے ساتھ منتقل کرنے میں ان سڑکوں کی بڑی اہمیت تھی۔ نازیوں اور جرمن جنرل اسٹاف نے اس چیز کو سمجھ لیا تھا لیکن اپنے مقاصد کو راز میں رکھا۔

جب نازیوں نے جرمن قوم کو پوری طرح مسلح کر دیا تو اس کا لازمی نتیجہ جنگ تھا۔ جرمنی نے پہلے ہی اٹلی اور جاپان سے باہمی امداد کا معاہدہ کر لیا تھا لیکن باقاعدہ جنگ کا اعلان کرنے سے پہلے جرمنی نے اپنے ہمسایہ ممالک کو یکے بعد دیگرے [illegible] شروع کر دیا۔ مغربی ممالک کی آنکھیں [illegible] کھل گئیں لیکن جرمنی کی طرح مسلح نہ تھے۔ انہوں نے جرمنی پر [illegible] ڈالا لیکن بے سود۔ نازیوں کو یہ معلوم تھا کہ یہ طاقتیں غیر مسلح تھیں۔ مغربی طاقتوں کے احتجاج پر ہٹلر نے ہمسایہ علاقوں کو ہڑپ کرنے کے بعد یہ جواب دیا کہ یورپ میں یہ میرا آخری مقبوضاتی مطالبہ ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ یہ الفاظ ہٹلر کی قبر پر کندہ کر کے نصب کر دیئے جائیں۔

پولستان کا [illegible] قبضہ کرتے ہی یورپ میں جنگ چھڑ گئی۔ اٹلی اور جاپان نے جرمنی کا ساتھ دیا۔ تقریباً چھ سال کی جنگ کے بعد جرمنی اور اٹلی شکست کھا چکے ہیں اور جاپان کو اب [illegible] کا پورا وار سہنا پڑے گا۔ اور اپنی ہوس [illegible] کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ [illegible] اس وقت تک [illegible] جب [illegible] جزیرہ جاپان پر حملہ آور ہوں گی [illegible] فتح حاصل ہو چکی ہے لیکن ابھی جنگ ختم نہیں ہوئی۔ اس سے پیشتر کہ دنیا میں امن و امان قائم ہو جائے جاپان کو مکمل شکست دینی ہوگی۔

خالق ارض و سما اقوام عالم کی عقلوں کی رہنمائی فرمائے

نواب صدر اعظم بہادر کی نشری تقریر

گو جنگ کے شرارے کہیں کہیں ابھی تک مشتعل ہیں لیکن یہ جنگ عظیم جہاں تک کہ اس کا تعلق سر زمین یورپ سے تھا وہ ختم ہو چکی اور وہ افواج جن کے ہاتھ اسلحہ کی بدولت جابرانہ غرور کی عمل میں آئی تھی اپنے خالق کے حضور میں اپنے اعمال کی جوابدہی کے لئے حاضر ہو گئے۔ ہم اس کے متعلق ایسے کسی کلام کی گنجائش کا موقع نہیں ہے کہ ہم ان کے اعمال کے رب کے حوالہ کر دینا مناسب ہے۔

میں اس وقت آج اپنے محسوسات کا اظہار کرنے سے پہلے یہ صاف طور پر ظاہر کر دینا چاہتا ہوں کہ میرے دل اور دماغ میں اس خوشی کا جو مرگ دشمن کی خبر سے ہوئی ہے شائبہ تک نہیں۔

مرا بہ مرگ عدو جائے شادمانی نیست
کہ زندگانی ما نیز جاودانی نیست

میرے دل میں جو سب سے پہلا خیال ہے وہ ایک خیال تشکر ہے کہ اس قادر مطلق نے اپنے کرم بے پایاں سے اس عالم سوز جنگ کو ختم فرما کر افواج متحدہ کو فتح و ظفر کی نعمت سے سرفراز فرمایا۔ اس لئے کہ ہم سب کے لئے اس چیز کا تصور بھی نہایت خوفناک ہے کہ اگر یہ جنگ یوں ختم نہ ہوتی تو کیا ہوتا۔ کس طرح ہماری تمام معاشی و معاشرتی اور اخلاقی و تمدنی بنیادیں خاک میں مل جاتیں اور ایک جابر اور مغرور قوم کی غلامی کی زنجیریں ہمیں کس طرح جکڑ لیتیں۔

اس احساس تشکر کے بعد میرے خیالات کا دوسرا محور خالق ارض و سما کی بارگاہ میں دعا سے متعلق ہے کہ وہ اقوام عالم کی عقلوں کی رہنمائی فرمائے اور انہیں ایک ایسی دنیا کی تعمیر کی توفیق عطا کرے جس میں اس قسم کے ہولناک واقعات کے دوبارہ رونما ہونے کے امکانات باقی نہ رہیں۔ اگر اس لڑائی کے بعد بھی صلح کے وقت ہمارے ججوں نے باری تعالیٰ نے اپنی رحمت کاملہ سے آج فاتح اقوام کے منصب پر فائز فرمایا ہے دنیا کے مستقبل پر غور نہ کیا اور دنیا کو حکمت اور حق و انصاف کی دولت سے محروم کر دیا تو مجھے اندیشہ ہے کہ اس جنگ جیتنے کے لئے جتنی قربانیاں کی گئی ہیں وہ سب غارت جائیں گی۔

قوموں کے درمیان اس طرح کی آویزش اور کشمکش کی سب سے بڑی وجہ بالعموم یہ خیال ہوتا ہے کہ ایک قوم دوسری قوم کے ساتھ نا انصافی کا برتاؤ کرتی ہے اس لئے آج نہایت غور کرنے کی ضرورت ہے کہ دنیا کا آئندہ نظام کس طرح ترتیب پائے کہ ایک زبردست اور زیردست اور چھوٹی بڑی اقوام کے اختیارات اور اقتدار، حقوق اور ذمہ داریوں کے حدود پوری طرح معین کر دئے جائیں اور اس طرح جنگ کو خدا اور انسان دونوں کے نزدیک گناہ عظیم قرار دے کر ناممکن بنا دیا جائے۔ کہ ایک زبردست قوم دوسری کمزور قوم کو غلام اور محکوم بنانے کا ارادہ کرے اور کوئی اسے روکنے والا نہ ہو۔

دنیا اس بات سے بخوبی واقف ہو چکی ہے کہ اقتدار پسند شخصیتیں ذاتی اغراض کے تحت اپنے شخصی اثرات کو استعمال کر کے اقوام عالم کو کبھی تباہی کے غار میں دھکیل دیتی ہیں اور کبھی وطن پرستی کے جذبے سے سرشار ہو کر صاحب عزم لیکن نادان سپاہیاں وطن کی جانب ہی خدمات انجام دیتی اور اپنے ملک و ملت کو سربلندی کے ثریا کی بلندی تک پہنچا دیتی ہیں۔ اس جنگ کے اسباب و علل کو بھی اگر اسی معیار پر جانچا جائے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کی ذمہ داری بہت بڑی حد تک ہٹلر اور مسولینی کی ہوس ملک گیری پر عائد ہوتی ہے لیکن اب یہ سوال ہے کہ ایسی دانشمند اور علم سے آراستہ اقوام جیسی جرمن اور اطالوی قومیں کیوں اور کس طرح ایسے غلط راستہ پر چل گئیں؟ اس سوال کے صحیح جواب میں آئندہ دنیا کی فلاح و بہبود کا راز پوشیدہ ہے۔ اگر اس سوال کا صحیح جواب معلوم ہو جائے تو دنیا میں آئندہ امن و امان کی زندگی بسر ہو سکتی ہے۔ میری رائے ناقص میں اس سوال کے جواب میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ غلط قسم کی تعلیم و تربیت اور آمرانہ حکمرانی کے غلط تصور نے ان اقوام کو اور نوجوانوں کے علم و فن کو گمراہ بنا دیا۔ قومی خود داری نے جو کہلانے کو خود ایک بڑی خوبی ہے ان اقوام میں قومی تکبر اور انانیت کی صورت اختیار کر لی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ سب معلومات جن کے ذریعہ انسان نے سائنس کے توسط سے قدرت کے رازہائے سربستہ کا انکشاف کر کے اس کی بہت سی طاقتوں پر تسلط پایا بجائے انسان کی فلاح و بہبود کے کام میں آنے کے انسانی تباہیوں اور بربادیوں کے لئے استعمال کی جانے لگیں۔ نئی ایجادات بجائے اس کے کہ وہ بنی نوع انسان کے لئے راحت رسانی کے ذرائع فراہم کریں وسیع پیمانہ پر جنگی تیاریوں میں صرف کی جانے لگیں۔

اس کا ایک یہ نتیجہ تھا اور وہ یہ کہ بین الاقوامی شکوک اور بے اعتمادیوں نے بین الاقوامی اعتماد اور خوش گواری کی جگہ لے لی۔ مشینوں کی ایجاد نے انسان کے دست و بازو کو ایک نئی مادی قوت کا مالک بنا دیا لیکن اس مادی ارتقا اور اس جسمانی قوت کی ترقی کے ساتھ اس کی روحانی اور اخلاقی قوتوں میں ذرہ بھی اضافہ نہ ہوا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ قومی فرد اور قومی قوت دونوں کے بین الاقوامی تعلقات اور رواداری کو پارہ پارہ کر دیا گیا جس نے بالآخر اس جنگ عظیم کی مہیب صورت اختیار کر لی۔

ان حقائق کے پیش نظر اس وقت فاتح اقوام پر ایک بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ دنیا کا ایسا نظام قائم کریں جو عدل و انصاف کے مطابق ہو اور جس میں آزادی کو نہیں بلکہ اقوام کو بھی جائز آزادی حاصل ہو۔ انہیں ایسی سیاسی اور اقتصادی تجاویز بروئے کار لانا ہوں گی جن کو تمام مہذب عالم قبول بھی کرے اور جو قابل عمل بھی ہوں۔ انہیں صرف دولت کے داغ کو مٹانا ہو گا بلکہ ان کے دلوں میں بھی وسعت نظر پیدا کرنا ہو گی۔ دونوں کو صحیح تعلیم سے آراستہ کرنا ہو گا۔ دنیا کی حکومت عسکریات اور ماہرین تعلیم کا کام ہے۔ لیکن دلوں میں وسعت نظر پیدا کرنا جو بجز روحانی اعتقادات کے ممکن نہیں ان لوگوں کا کام ہے جو مذاہب عالم کے پیرو اور اہل دل ہیں خدا ترس ہیں۔ مذہب کے بنیادی اصول اس باب میں ہماری رہبری کر سکتے ہیں۔ اب یہ کام ہمارے ماہرین تعلیم اور علمائے مذہب کا ہے کہ وہ آنے والی نسلوں کے قلب و دماغ کو مرض تکبر اور اس قسم کے دوسرے روحانی امراض کا شکار ہونے سے محفوظ رکھیں۔

میں اس موقع پر اقوام متحدہ کے امن و چین کے علاوہ اور سب سے زیادہ ان بہادر سپاہیوں کا شکر گزار ہوں جنہوں نے اپنی جانیں قربان کیں تاکہ دنیا آزاد رہ سکے۔ اس جنگ کے نتیجے میں جب یہ خیال آتا ہے تو میرے دل میں درد اٹھتا ہے۔ ان لوگوں کی حفاظت کے راہ میں جان کھو بیٹھے ہیں اور جو بہادر سپاہی مجھے یاد ہیں جو میدان کارزار میں شجاعت سے کام لے کر زخمی ہونے کے بعد معذور ہو گئے ہیں اگر یہ خیال ان کے پسماندگان کے لئے باعث تسکین ہو سکتا ہے تو میں عرض کروں گا کہ جنگ کے مردوں اور افراد کی قربانیاں بیکار نہیں گئیں اور خدا نے انہیں فتح و نصرت کے سرفراز بنا دیا۔

اس جنگ میں سلطنت آصفیہ کی جانی و مالی خدمات کو ان دوران کے ابتدا ہی سے اس وقت تک

بقیہ سلسلہ صفحہ ۱۴

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

بلا تنقید

مغربی طاقتوں کے احتجاج پر سوویٹ یونین نے علاقے کو [illegible] کرنے کے بعد جواب دیا کہ یورپ میں [illegible] آخری مقبوضہ مطالبہ ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ یہ الفاظ ہٹلر کی تحریر کردہ کتاب سے نقل کر دئے جائیں۔

سلطان بازار کے شفاخانہ پر ایک سائن بورڈ نظر آتا ہے جس پر یہ الفاظ تحریر کئے گئے ہیں:-

"مستقر شفاخانہ دودہ امراض چشم سرکار عالی"

مرض چشم سرکار عالی! شاید اسی لئے اس شفاخانہ میں عوام کی آنکھوں کا علاج کرنے کے بجائے نام کیا گیا ہے۔

سوویٹ نیوز ایجنسی کا بیان ہے کہ:-

"حکومت ہند بہت جلد ہی سرکاری طور پر حیدرآباد سے [illegible] شدہ اشیاء فروخت کے لئے جلد فروخت کا [illegible] ہو جائے گی۔"

یہ خبر تو مسٹر [illegible] کو [illegible] میں وہ سوویٹ نیوز ایجنسی کو کیسے معلوم ہو گئی؟

"روداد خانہ بنانے" کے عنوان کے تحت ساتھ [illegible] نے ایک اداریہ میں آپ بیتی کا ذکر کیا ہے جس میں مراسلہ نگار نے تحریر کیا ہے کہ:-

"مجھے اس سلسلہ مضامین میں نفسی نگاہ کی بو آتی ہے۔"

آپ جس زمانہ میں مولانا خالد کی مجلس شادی کے رکن تھے اس زمانہ میں اپنے زور قلم کے جوہر لئے ہوئے تھے کہ آپ مشہدی (لیاقت) کے دفتر میں روزانہ گھنٹوں شیر [illegible] تھے جہاں سے اور [illegible] تو [illegible] ہوتی رہتی تھی۔

لیکن مراسلہ نگار کو خبر نہیں کہ جب سے ساہر محترم تھیراث کے مکان کی شکل میں پرنس [illegible] پیشہ دار کے عہدے کو چھوڑ کر خوب [illegible] سے اس میں "نفسی نگاہ" بالکل نہیں ہے۔

برطانوی ہند کے ایک معاصر نے تحریر کیا ہے:-

"کچھ عرصہ قبل لاہور میں ایک دلچسپ واقعہ پیش آیا۔ تین کمیونسٹ لڑکیاں ہندو قانون کی اصلاح کا کمیٹی کے ارکان کا خیر مقدم کرنے کے لئے اسٹیشن پہونچیں لیکن جب انہوں نے اسٹیشن پر یہ دیکھا کہ راسخ العقیدہ ہندوؤں کی جانب سے کمیٹی کے خلاف ایک زبردست مظاہرہ ہو رہا ہے تو یہ کمیونسٹ لڑکیاں بھی ان کے ساتھ کمیٹی کی مخالفت میں شریک ہو گئیں۔"

اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں۔ کمیونسٹوں کا مسلک عوام کا ساتھ دینا ہے، ہندو قانون کی اصلاح ایک آئندہ مرحلہ ہے۔ [illegible] اگر عوام شراب خانوں میں ہوں تو کمیونسٹ بھی شراب کی دکان پر وہاں موجود ہوں گے۔ مزید تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو کنہیالال کپور کا مضمون "کامریڈ شیخ چلی"۔

ڈاکٹر [illegible] سیاہ داسیا کی مدت نظر بندی میں ایک سال پہلے ہی توسیع کی گئی۔ ایک نظر بندی کیا ہوئی گویا ایک نعمت ہو گئی۔

حیدرآباد کے بینکاروں کو ایک ماہ میں ایک کروڑ کا نفع۔ (اخبار کی سرخی)

یعنے عوام کو ایک ماہ میں ایک کروڑ کا نقصان۔

دکن نیوز کی اطلاع ہے کہ:-

"مجلس شوریٰ کے جلسہ میں صدر مجلس اتحاد المسلمین مولوی ابوالحسن سید علی صاحب نے مسلمانوں کو تلقین فرمائی کہ وہ مجلس اور اپنے مرکز سے وابستہ رہیں اور ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار رہیں۔ مگر یہ کہ ہندو مسلمانوں کو اس عدم تعاون سے آگے قدم بڑھانا پڑے گا۔"

فی الحال صدر مجلس نے مجلس کے ارکان کو جنگ میں تعاون دائمی کی اجازت دی ہے۔ شاید اتحادیوں کی فتح کو اتحاد المسلمین کی فتح تصور کیا جا رہا ہے۔

"مجوزہ دستور کی اصلاحات" کے متعلق یہ بات سے اور مجاہد "دوقت" کے نقطہ نظر کے درمیان جو تضاد ابھی تک ختم نہیں کیا جا سکا تھا اس کو حالات خود ختم کر چکے ہیں۔ (پیام)

"وقت" کے ساتھ "دنیا" "پیام" سے بھی کیوں بازی [illegible]

سان فرانسسکو کی اطلاع ہے کہ:-

"ہاشمی میراتی کانفرنس کے سکریٹری نے مسز وجے لکشمی پنڈت کو مطلع کیا کہ ہندوستان کے مسئلہ پر ان کی یادداشت گشت نہیں کرائی جا سکتی۔"

کیا مضائقہ ہے! مسز پنڈت خود گشت لگا رہی ہیں۔

"ان کو ایک اخبار دریافت کرتا ہے کہ:-

نیپال کی ریاست کو کیوں جنگ میں لاکھوں روپے اور لاکھوں بہادر سپاہی دینے سان فرانسسکو کانفرنس میں دعوت کیوں نہیں دی گئی؟"

اگر نیپال کو دعوت دی جاتی تو حیدرآباد کو بھی، جو کروڑہا روپے بہادر سپاہیوں کے علاوہ ساتھ کروڑ روپے جنگ میں دئے۔

بارڈ اف نے دنیا کی تمام محکوم قوموں کی آزادی کے حق کو تسلیم کر لیا۔ ان کی تجویز یہ ہے کہ محکوم قوموں کی آزادی کے لئے ایک خاص ادارہ قائم کیا جائے جو قوموں کے درمیان مساوات اور حق خود ارادیت کے حصول کی کوشش کرے۔ (قومی جنگ)

گزارش یہ ہے کہ بحر الکاہل کے جزائر جنوبی روس کو دئے جائیں اور وہ دانیال [illegible] کا اثر تسلیم کر لیا جائے۔ سنا جا رہا ہے کہ روس کی اپنا بجد سامراجی پالیسی کی وضاحت کے لئے گریڈ ارون پیڈی کی عنقریب "ہز ماسٹرز وائس" شائع کریں گی اور ترقی پسند ادیبوں کی جانب سے ایک مشاعرہ ہو رہا ہے۔ مصرعہ طرح یہ ہے:

"یہ جنگ ہے جنگ آزادی"

ہندوستان کی آزادی کا مسئلہ

مسٹر راجگوپال اچاری کی اپیل

بمبئی ۱۰ مئی۔ مسٹر راجگوپال اچاری نے اپنے [illegible] موجودہ صورت معاملات [illegible] اور کس طرح [illegible] کو آئندہ ہندوستان کے مشہور [illegible] "ہندوستان" شروع کر دیا ہے ہندوستان اور برطانیہ کی فوری مصالحت کے لئے ایک پرزور اپیل کی ہے۔

راجہ جی کہتے ہیں "ایک ضروری امر ہے کہ اختتام جنگ کا انتظار کئے بغیر ہندوستان اور برطانیہ میں مصالحت کی جائے۔ اگر بین الاقوامی مسائل میں برطانیہ کی اس قوت کو تسلیم کر کے اختتام جنگ کے بعد بھی ہندوستانی مسئلہ پر غور کیا جا سکتا ہے کہ جاپان کی ایک خطرناک غلطی ہوگی جو وہ جنگ کے خلاف مستقل اس کی تدبیر کے منصوبے بنا رہے ہیں اور جو اس کا راستہ ہے کہ وہ ایک سخت غلطی کے مرتکب ہوں گے اگر وہ اس اصول کو تسلیم کریں کہ ہندوستانی مسئلہ کے باب میں سیاسی ایک بنیادی مسئلہ ہے اور انگلستان کی بعد از جنگ تعمیر کا ایک جزو ہے۔"

اس کے بعد راجہ جی نے ہندوستان کی سیاسی صورت حال سے بحث کی ہے اور ہندوستانی قائدین اور ہندوستان کی قومی تحریک [illegible] کرتے ہوئے کہا ہے کہ ہندوستانی قائدین کی اسیری یا دوسری تشدد آمیز تدابیر جاری کرنے سے مسئلہ حل نہیں ہو سکتے ہیں اور ان میں کسی قسم کی کمی ہو سکتی ہے۔ [illegible] کیا ہیں ہندوستانی عوام اسی آزادی کے طالب ہیں جو دوسری اقوام کو حاصل ہے وہ اس سے زیادہ چاہتے ہیں اور نہ اس سے کم۔ اس جنگ میں جو کچھ دیکھا گیا ہے اور جو اس کے نتیجے میں حالات کی صورت بدل گئی ہے۔ دنیا کی تمام اقوام کی آزادی ایک دوسرے کی آزادی پر منحصر ہو گئی ہے۔ ہندوستان میں کسی دوسرے اصول کو منظور نہیں کیا جاتا بلکہ اسی آزادی پر مصر رہے گا جس کو آزاد اقوام اقتدار کی ایک شرط کے طور پر قبول کرتی ہیں۔ مگر ہندوستان کسی برتری کے موقف کو تسلیم کرنے سے منحرف ہے اس اصول کو اقوام کی آزادی ایک دوسرے کی دلعلق پر منحصر ہے عالمی تحفظ کے سلسلہ میں اتحاد اور غلامی کے حوالہ کو ثابت کرنے کے نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔

اپنے کتابچے کے آخر میں راجہ جی کہتے ہیں "اگر ہندوستان کا مطالبہ پورا کیا گیا تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ جمہوری طور پر ایشیا کی ترقی میں عظیم حصہ لے گا۔ برطانیہ کی اخلاقی ذمہ داری ہے کہ وہ ہندوستان کے حالات کو بہتر بنائے کیونکہ برطانیہ ہی اس زمانے میں اس کا محافظ رہا ہے وہ (ہندوستان میں) ایک مستقل جمہوریت کو ذمہ داری سونپ کر خود جو کہ وہ ان مسائل کو حل کرنے کی ذمہ داری سے سبکدوش نہیں ہو سکتا جن کو پیدا کرنے میں اس نے بڑا حصہ لیا ہے۔ اخلاقی ذمہ داری کی ادائیگی اقوام پر عائد ہوتی ہے کیونکہ انھوں نے ہندوستان پر سامراجی موقف کو برقرار رکھنے میں برطانیہ کی مدد کی ہے ایسی دیگر اقوام کا فرض ہے کہ وہ اس امر پر غور کریں کہ وہ [illegible] مقبول مسئلہ کیا ہے اس سے نہ صرف ایشیا برقرار رہتا ہے بلکہ دنیا کی خدمت کے [illegible] بھی پیدا ہو جاتا ہے۔"

کلکتہ ۱۰ مئی۔ مجلس عاملہ کل ہند ہندو مہا سبھا نے آج ایک قرارداد کے ذریعہ یورپ میں جنگ کے اختتام پر اپنی طمانیت کا اظہار کیا ہے۔ قرارداد میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب تک ہندوستان کو آزاد اور خود مختار ملک قرار دیا جاتا ہے تو ہندوستان کے اتحادیوں کے ساتھ [illegible] اس سے [illegible] ہے کہ ہندوستان کو [illegible] اس کی ذمہ داری [illegible] دلائی جائے [illegible] کے خاتمہ [illegible] اور جنگ کے بعد [illegible] دوسری قرارداد کے ذریعہ [illegible] کے متعلق اور یہ خیال ظاہر کیا گیا ہے کہ اتحادی اقوام کے متحدہ [illegible] اقوام میں [illegible] کی تجویز ہندو مہا سبھا [illegible] شدہ۔

روس کے سامراجی منصوبے

سان فرانسسکو ۱۰ مئی۔ جب سفارتی حلقوں نے روس کی اچانک پیش کی جانے والی ترمیمات کا بنظر غائر مطالعہ کیا تو حالانکہ متحدہ امریکہ کی تجاویز تولیت سے متعلق ہیں تو اس امکان کو [illegible] نظر انداز [illegible] کہ روس میں [illegible] کی [illegible] بار ایک بڑی نوآبادی [illegible] کی حیثیت سے نمودار ہونا چاہتا ہے۔

غیر سرکاری اطلاعات میں بتایا گیا ہے کہ مولوٹوف نے واشنگٹن میں پریزیڈنٹ ٹرومین سے اس امر کو [illegible] کیا ہے کہ روس کو ہم [illegible] کے بعض حصے حوالے کئے جائیں [illegible] خصوصی سمجھتا ہے کہ [illegible] سے جو غیر سرکاری اطلاعات آئی ہیں ان میں [illegible] کا خواہش مند ہے۔

اول [illegible] سوویٹ روس کو قبضہ کی حیثیت ہے کہ وہ روس کے سابق دشمن جاپان کا علاقہ [illegible] کو سوویٹ روس کی نگرانی [illegible] جنگ روس و جاپان کے بعد جو علاقہ اور جزائر جاپان کے حوالہ کئے گئے تھے ان کی واپسی [illegible] کسی قسم کی روک ٹوک [illegible] یہ کہا جا سکتا ہے کہ روس نے برطانیہ اور متحدہ امریکہ سے اس بات کو سلطنت جاپان کو [illegible] کہ جب تک روس اور جاپان میں [illegible] اس وقت تک روس ان موضوعات پر کوئی گفتگو نہیں کر سکتا۔

[illegible] تولیت کی [illegible] دوسری [illegible] یہ ہے کہ روس نے جاپان [illegible] کے حالات [illegible] نہیں ہے۔

پس انداز کی جنگ کے بعد کی صنعتی ترقی

[illegible] مئی ۱۹۴۵ء

[illegible] کے کاروباری حلقوں کا خیال ہے کہ اس طرح سے جو [illegible] وصول ہوں گے دولت کی تقسیم اور مساوات [illegible] کی جنگ کے دوران [illegible] اور جنگ کے بعد صنعتی ترقی [illegible] بہت ضروری ہے۔ جب تک کہ ہندوستان میں صنعتی ترقی نہیں ہوگی اور [illegible] حیثیت [illegible] نہیں ہوگی [illegible] کی ملازمت [illegible] کے بعد [illegible] [illegible]

(ایسوسی ایٹڈ پریس)

پس اندازی جنگ کے بعد بھی مفید ہوتی ہے

از

پروفیسر امتیاز حسین خاں صاحب

ماہرین معاشیات کے متعلق یہ اکثر کہتے ہیں کہ یہ کہ وہ اپنی بات پر بہت کم قائم رہتے ہیں اور بدلتے رہتے ہیں۔ کبھی وہ لوگوں کو ضروریات پر آمدنی کا زیادہ سے زیادہ حصہ صرف کرنے کا مشورہ دیتے ہیں اور کبھی صرف میں کمی اور زیادہ سے زیادہ پس اندازی کی تلقین کرنے لگتے ہیں۔ ماہرین کی رائے میں اس قسم کی تبدیلی حالات بدل جانے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ کساد بازاری کے حالات میں صرف میں اضافہ کرنا سب سے اہم ہے کیونکہ یہ سمجھا گیا کہ کساد بازاری کے اثرات کو جلد دور کیا جا سکتا ہے۔ جنگی معیشت کا مرکزی اور منظم مقصد دشمن کے خلاف فتح یا بالادستی قرار پاتا ہے اور اس لئے زیادہ سے زیادہ معاشی وسائل جنگ کے دیوتا کی بھینٹ کر دئے جاتے ہیں۔ اگر عوام اپنے صرف میں کمی نہ کریں تو حکومت آسانی سے ان وسائل کو حاصل نہیں کر سکتی۔ اسی لئے صرف میں کمی اور پس اندازی کا مشورہ دیا جاتا ہے۔ جنگ کے دوران میں حکومت کے مصارف کئی گنا بڑھ جاتے ہیں۔ ان مصارف کی پابجائی کئی مختلف طریقوں سے کی جاتی ہے۔ ان طریقوں کو اختیار کرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ عوام اپنے صرف میں کمی کریں۔ مختلف قسم کے محاصل میں اضافہ کر دیا جاتا ہے اور نئے نئے محاصل نکلتے جاتے ہیں۔ لیکن قوم میں محاصل کا بار برداشت کرنے کی صلاحیت کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔ جنگ کے تمام مصارف محاصل کے ذریعے سے پورے نہیں کئے جا سکتے تو معاشرہ پر اس کے برے اثرات پڑتے ہیں اور جو رقم حکومت محاصل سے حاصل نہیں کر سکتی اس کے ساتھ ساتھ عوام اور اداروں سے زیادہ سے زیادہ قرضے حاصل کرنے کی بھی کوشش کرتی ہے۔ حکومت کو قرض دینے والے اشخاص ضروریات کو گھٹا کر صرف میں کمی کرتے ہیں۔ عام طور پر حکومتیں قرضے کے اختیاری طریقے کو پسند کرتی ہیں۔ حکومت قرضے کا اعلان کرتی ہے اور عوام کی مرضی پر چھوڑ دیا جاتا ہے کہ وہ چاہیں تو قرض دیں۔ کسی قسم کا جبر نہیں کیا جاتا۔ البتہ اخباروں، اشتہارات اور جلسوں کے ذریعہ سے جنگ کے دوران میں لوگوں کے قومی جذبات کو ابھار کر صرف میں کمی کرنے اور حکومت کو قرض دینے پر آمادہ کیا جاتا ہے۔ شہروں اور دیہاتوں میں پس اندازی کے ہفتے منائے جاتے ہیں اور عوام کی طرف سے پس اندازی کو اہم کو منظم کیا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ راشن بندی اور بعض دوسرے معاشی کنٹرول مثلاً قیمتی سرمایہ کاری پر حکومت کا تسلط قائم کر کے افراد کو صرف کی کمی پر مجبور کیا جاتا ہے۔

یہ محسوس کیا گیا ہے کہ ترغیب و تحریص کے صرف اختیاری طریقے کو اختیار کرنے سے کم آمدنی پانے والے اشخاص کو قرضے دینے کی ترغیب نہیں دلائی جا سکتی۔ اگر ان کے صرف میں کمی نہ کی گئی تو آمدنی بڑھنے کی وجہ سے یہ لوگ اشیاء کی محدود مقداروں کو خریدنے کی کوشش کریں گے جس کا لازمی نتیجہ قیمتوں کا بڑھنا اور افراط زر کے برے اثرات پیدا ہونا ہوگا۔ ان حالات کو روکنے کی غرض سے انگلستان کے مشہور معاشی لارڈ کینس نے موجودہ جنگ شروع ہونے کے چند مہینوں کے بعد لازمی پس اندازی کی ایک اسکیم پیش کی تھی۔ شروع کے دو سالوں تک حکومت برطانیہ اور برطانوی عوام نے جن کے مفاد کی خاطر یہ اسکیم تیار کی گئی تھی اس کی طرف کوئی توجہ نہ کی لیکن دو سال بعد حالات نے مجبور کیا کہ اس کو اختیار کیا جائے۔ اب کم آمدنی پانے والے اشخاص بھی لازمی طور پر اپنی آمدنی کا ایک خاص فی صد حکومت کو بطور قرض دیتے ہیں جب تک جنگ جاری ہے قرض دینے والوں کو سود ملتا رہے گا اور جنگ کے خاتمہ پر کسی موزوں وقت پر ان قرضوں کی رقم واپس کی جائے گی۔

دوسری حکومتوں کی طرح حکومت ہند کے مصارف بھی جنگ کی وجہ سے کئی گنا بڑھ گئے ہیں۔ البتہ فرق یہ ہے کہ حکومت ہند نے اپنے مصارف کو بڑی آسانی سے پورا کر لیا ہے۔ محاصل میں اضافہ ہوا ہے اور مختلف طریقوں سے اختیاری اور لازمی قرضے لئے گئے ہیں۔ حکومت ہند کے بجٹ میں توازن قائم رکھنے کے باوجود اتحادی افواج کی جنگی ضروریات پوری کرنے کی غرض سے افراط زر کی پالیسی اختیار کرنی پڑی۔ جس کی وجہ سے زر کی مقدار بڑھی اور ہندوستانی معاشرہ کو افراط زر کے حالات سے دوچار ہونا پڑا۔ ہماری معیشت چونکہ برطانوی جنگی معیشت سے بالکل مختلف ہے اس لئے یہاں افراط زر کے اثرات پیدا ہوئے ہیں۔ یہ ضرور صحیح ہے کہ سرکار عالی کے روپے کی مقدار میں اتنا زیادہ اضافہ نہیں ہوا ہے جتنا کہ کلدار کی مقدار میں ہوا ہے۔ اس کے علاوہ حکومت سرکار عالی کے مصارف کے مقابلہ میں توازن قائم کرنے کو بھی کچھ زیادہ اہمیت رکھتا۔ اس کے برعکس جنگی حالات کی وجہ سے حکومت کی آمدنی جنگ سے پہلے کے مقابلہ میں تقریباً دو چند ہو گئی جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس سال کے بجٹ میں کروڑ کی بچت کا اندازہ کیا گیا ہے۔ ہمارے یہاں سب سے اہم مسئلہ افراط زر کے رجحانات کو روکنا اور اس کے اثرات سے معاشرہ کے کمزور طبقات کو محفوظ رکھنا ہے۔ اس کے لئے پچھلے سال زائد منافع پر محصول عائد کیا گیا تھا۔ یہ محصول اس سال کے بجٹ میں بھی برقرار رکھا گیا ہے۔ بجٹ میں کہا گیا کہ محصول زائد منافع کے سلسلے میں جو بھی رقم وصول کی جائے گی اس کا ایک خاص فیصد جنگ کے بعد ادا کرنے والے اداروں اور افراد کو واپس کر دیا جائے گا۔ تاکہ جنگ کے بعد بدلے ہوئے حالات میں واپس شدہ رقم سے کاروبار کی حالت کو سدھار سکیں۔ اس طرح سے انہیں لازمی طور پر پس انداز کرنے کے لئے مجبور کیا گیا ہے۔ کم آمدنی پانے والے اشخاص کو ترغیب دلانے اور سہولت پہنچانے کی خاطر حکومت سرکار عالی کی طرف سے جاری کئے جاتے ہیں اور بینک اور دوسرے اداروں کے سرکاری ہنڈیوں کے طریقہ کو اختیار کیا گیا ہے۔ اس اسکیم کا مقصد یہ ہے کہ انفرادی اور اجتماعی آمدنی کا ایک حصہ لازمی طور پر حکومت کے پاس بطور امانت جمع کیا جائے۔ ان امانتوں پر دو فی صد سالانہ سود دیا جائے گا اور یہ امانتیں پانچ سال کے بعد یا جنگ ختم ہونے کے ایک سال کے بعد واپس کی جائیں گی۔ لازمی پس اندازی کی اسکیم کے تحت افراد اور کمپنیوں سے ایسی آمدنیوں کا ایک خاص فی صد بطور امانت طلب کیا جائے گا۔ جو محصول زائد منافع سے مستثنیٰ ہوں۔ چھ ہزار روپے سالانہ یا اس سے کم آمدنی پانے والے اشخاص پر اس اسکیم کا اطلاق نہیں ہوگا۔ جن اشخاص کی آمدنی چھ ہزار سے بارہ ہزار روپے سالانہ ہے انہیں رقم محفوظ رکھنے کے لئے خاص طور پر گنجائش دی گئی ہے۔ اگر وہ بیمہ یا پراویڈنٹ فنڈ میں اپنی آمدنی پر امانت کی شرح کے حد تک زائد رقم دیتے ہوں تو ان سے امانت کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔ جیسے جیسے آمدنی میں اضافہ ہوگا آمدنی کا زیادہ فی صد لازمی پس اندازی کے سلسلہ میں دینا پڑے گا۔

لازمی پس اندازی کی اسکیم کو نافذ کر کے حکومت سرکار عالی نے بالکل صحیح اقدام کیا ہے خاص طور پر جب کہ مملکت آصفیہ کے مالدار طبقے پر محصول آمدنی یا انکم ٹیکس عائد نہیں کیا گیا ہے۔ اب تک حکومت نے پانچ سو روپے ماہانہ سے زیادہ آمدنی پانے والوں کے لئے لازمی پس اندازی کی اسکیم جاری کی ہے۔ کم آمدنی والوں کے لئے اس قسم کی کوئی اسکیم جاری نہیں ہوئی ہے یہ ضرور صحیح ہے کہ اس قسم کی اسکیم کو کم آمدنی والوں کے

کے انحصار پر ہیں جیسے ملک میں زیادہ دو آسانی اور کامیابی سے چلایا جا سکتا ہے۔ ہمارے یہاں کے حالات میں بہت زیادہ فرق پایا جاتا ہے جہاں مزدور طبقہ کے لئے لازمی قرضہ کے طریقے کو اختیار کرنے میں بہت سی دقتیں پیدا ہوں گی کیونکہ صنعتوں کے لئے مزدور روزمرہ کی مزدوری کو اس کے دائرہ میں شامل نہیں کیا جا سکتا البتہ بعض منظم صنعتوں کے مزدوروں کو جنگی بونس کی شکل میں انعام تقسیم کرکے لازمی قرضہ ادا کرنے پر مجبور کیا جا سکتا ہے۔

زمینداروں کے لئے بھی یہ ضروری ہے کہ وہ اس وقت کے حالات سے فائدہ اٹھا کر اپنی زائد آمدنی کا کچھ حصہ آئندہ کے لئے بچائیں۔ اس وقت کی بچت اندازی کی ہوئی دولت جنگ کے بعد کی ضروریات اور زمین کی ترقیات وغیرہ پر صرف کی جا سکے گی۔ اس وقت یہ دیکھا جا رہا ہے کہ زمیندار طبقہ اپنی خوشحالی کا غلط اندازہ لگا کر شادی وغیرہ پر بہت زیادہ دولت صرف کر رہا ہے۔ یا جو لوگ اپنی زائد آمدنی سے سونا اور چاندی خرید رہے ہیں۔ ان کے لئے اس طریقے سے اپنی آمدنی کو خرچ کرنا کسی طرح سے بھی مفید نہیں ہے اس وقت سونا اور چاندی کی قیمت دوسری چیزوں کی طرح کئی گنا بڑھی ہوئی ہے۔ اور یہ آپ ظاہر ہی ہے کہ معمولی حالات میں ان کی قیمت موجودہ قیمت کی نصف و تہائی بھی نہ رہے گی۔ اس لئے اپنی رقم کو ایسی چیزوں کی خریداری پر جن کی قیمت گرنے والی ہے صرف کرنے میں سوائے نقصان کے کچھ فائدہ نہیں۔ زمینداروں کے لئے لازمی بچت اندازی کو اس طرح سے اختیار کیا جا سکتا ہے کہ اس وقت جو لگان ان سے وصول کیا جا رہا ہے اس کی ایک قسط زائد کی صورت میں اس وقت ادا کی جائے بلکہ اس بچت کا خاص حصہ مختلف طریقوں سے حکومت کی ضمانت میں لگا دیا جائے۔ بقیہ قیمت کے بدلے میں یہ [illegible] کاشتکاروں کو دی جائیں گی۔ یہاں اس میں بات کا ذکر کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ زمیندار [illegible] کی قیمت [illegible] کرتے وقت ان کے [illegible] کا بھی خیال رہے۔ کاشتکار کو [illegible] قیمت [illegible] کو [illegible] کرنے کے قابل ہو سکے۔ زمینداروں کو بچت اندازی کی ترغیب بھی مختلف طریقوں کو اختیار کرکے دلائی جا سکتی ہے۔ یہ لوگ جاہل ہونے کی وجہ سے حالات سے واقف نہیں ہوتے۔ یہ [illegible] چیزیں خریدنے کو بہتر سمجھتے ہیں اس وقت خرچ [illegible] زیادہ فائدہ نہیں اٹھا سکتے [illegible] حالات میں ان سے [illegible] کے سیر [illegible] میں [illegible] سے کچھ زیادہ کام نہیں [illegible] آتی ہے [illegible] سکتا ہے [illegible] اپنی رقم اس [illegible]

کہ یہ رقم جنگ کے ختم ہونے کے بعد ہی واپس کر دی جائے گی۔ امریکہ تک یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے کہ بعض چیزوں کی قیمتیں قسطوں کی شکل میں جنگ کے دوران میں ادا کر دی جائیں گی اور جنگ کے ختم پر رقم ادا کرنے والوں کو چیزیں مل جائیں گی اس طریقہ کو ہندوستان میں زرعی طبقے کے لئے بھی اختیار کیا جا سکتا ہے۔ کاشتکار زرعی انجمنوں میں جانور، زرعی آلات اور مشین خریدنے کے لئے قسط ادا کرتے رہیں اور جنگ کے ختم ہونے پر انہیں ان کی مطلوبہ چیزیں فراہم کی جائیں۔

ایسے لوگ جن کی آمدنی پانچ سو روپے ماہوار سے کم ہے انہیں بھی بچت اندازی کی ترغیب دلائی جائے اس کا بہترین طریقہ یہ ہو سکتا ہے کہ [illegible] کے موزوں طریقے اختیار کرکے ہر شخص [illegible] انہیں اپنی قیمتیں جمع کرنے کا مشورہ دیا جائے اور یہ قیمتیں جنگ کے دوران میں واپس نہ کی جائیں بلکہ جنگ کے ختم ہونے پر ادا کی جائیں۔ اس سے بھی کہیں زیادہ مفید طریقہ یہ ہو سکتا ہے کہ زندگی کے بیمہ کی افادیت کا پرچار زیادہ سے زیادہ کیا جائے۔ اب تک تعلیم یافتہ طبقے ہی کے لوگ اس کو صحیح طریقے پر سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے ہیں اور اس لئے اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ اس سے پورا پورا فائدہ نہیں اٹھایا جاتا اور بہت سے ایسے اشخاص بھی جن کی آمدنی اچھی خاصی ہوتی ہے اپنی اولاد کے لئے کچھ نہیں چھوڑتے۔ حکومت سرکاری ملازموں کے لئے زندگی کے بیمہ کا طریقہ رائج کر چکی ہے لیکن اس سے بھی جو فائدہ اٹھایا جانا چاہئے وہ خاطرخواہ نہیں۔ سرکاری ملازمین صرف کمیشن مطابق کی حد تک اس میں شریک ہو جاتے ہیں۔ ضرورت ہے اس کی کہ بیمہ کے کاروبار کو زیادہ سے زیادہ وسعت دی جائے تاکہ لوگوں میں بچت اندازی کی عادت پیدا ہو۔

اب تک لازمی اور اختیاری بچت اندازی کے جو طریقے بیان کئے گئے ہیں ان کا مقصد شروع کے نقطۂ نظر سے یہ [illegible] ہوگا کہ حکومت صرف مالدار اور سرمایہ داروں ہی کی مقروض نہیں رہے گی بلکہ [illegible] جماعت میں کوئی فرقہ کے [illegible] اور [illegible] کے [illegible] مختلف [illegible] بڑھ جائے گی یہاں یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ زمیندار [illegible] اور متوسط طبقہ [illegible] کی پرورش [illegible] ہیں بچت اندازی [illegible] تو اس کی مشکلات [illegible] اضافہ [illegible] لیکن یہ بات بھی [illegible] کرائے سے حالات اور زیادہ [illegible] ہر شخص کو کوشش کرنے [illegible] کے بعد وہ مقدار میں باقی رہ گئی ہیں ان کو زیادہ [illegible] زیادہ قیمت پر خریدے تو اس کا لازمی نتیجہ چیزوں کی قیمت کا بڑھنا اور افراط زر کے حالات میں [illegible]

کا پیدا ہونا ہوگا۔ افراط زر سب سے زیادہ غریب طبقہ کو متاثر کرتا ہے۔ سرمایہ داروں اور مالداروں کو منافع کمانے کے اور موقع پیدا ہو جاتے ہیں دولت کی تقسیم میں عدم توازن باقی رہتا ہے۔ [illegible] اس وقت جب کہ [illegible] [illegible] کی [illegible] سے چیزوں کو خریدنے میں نقصان ہے جنگ کے بعد جب کہ حالات [illegible] دوران تمام ہو جائے گا اور روپیہ اپنی اصلی قیمت پر آ جائے گا اس وقت یہ روپیہ صرف کرکے زیادہ مقدار میں چیزیں حاصل کی جا سکیں گی۔ غرض یہ بچت اندازی اور کفایت شعاری خود قوم کے نقطۂ نظر سے بھی بہت زیادہ مفید ہے۔ اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ لوگ بھوکے مریں اور بچت اندازی کریں۔ کہنے سے یہ مراد ہے کہ جہاں تک ہو سکے اپنی ضروریات مختصر کر لیں۔ سفر کم کریں۔ دعوتیں کم دیں اور رسومات اور شادیوں وغیرہ پر زیادہ صرف نہ کریں جن میں کمی ہو سکے کفایت شعاری سے کام لیں ایسی ضروریات جن کو ملتوی کیا جا سکتا ہے ملتوی کر دیں۔ جنگ کے بعد اپنی ضروریات کی تکمیل کم قیمت پر آسانی سے کی جا سکے گی۔ اس وقت بچت اندازی کی ہوئی دولت سے جنگ کے بعد زیادہ مقدار میں چیزیں خریدی جا سکیں گی اور معیار زندگی کو بہتر بنایا جا سکے گا۔ اب تک ہم کو یہ بتانا ہے کہ جنگ ضروری چیزیں تیار کرنے والی صنعتوں کی جنگ کے بعد کی ضروریات پوری کرنے والی شے تیار کرنے کے کارخانوں میں [illegible] ہوں اور [illegible] سستی بھی ہوں گی۔ اس وقت محنت [illegible] کام میں [illegible] اور [illegible] ہوگا۔ غرض اس وقت کفایت شعاری اور بچت اندازی افراد اور حکومت دونوں کے نقطۂ نظر سے مفید ہے۔

ہمارے ملک میں بچت اندازی [illegible] صرف جنگ کے دوران ہی تک محدود نہیں ہے جنگ کے ختم ہونے پر [illegible] اور کفایت شعاری کے [illegible] ہوں گے۔ [illegible] مقصد عوام [illegible] زندگی [illegible] جنگ کے [illegible] ضرورت ہوگی اور یہ سرمایہ جنگ کے دوران کی بچت اندازی کی ہوئی دولت سے حاصل کیا جا سکے گا [illegible] جنگ کے بعد لوگوں کی [illegible] کمی کی وجہ سے اول [illegible] [illegible] بچت اندازی کی ہوئی دولت سے [illegible] [illegible] جنگ کے بعد [illegible] سرمایہ اور قوت [illegible] جنگ کے دوران [illegible] دولت [illegible] [illegible] اور ملک کی صنعتی ترقی [illegible] گی۔ جنگ کے دوران [illegible] مختلف [illegible] کے [illegible] ہوگا [illegible] کے اکثر صرف چند [illegible] رہے ہیں اور انہی کی دولت میں اضافہ ہوتا رہا ہے جب چھوٹی چھوٹی بچتیں کرنے والے اپنے سرمایہ کو مختلف کاروبار [illegible]

یوم فتح و نصرت

مئی سنہ ۱۹۴۵ء

فتح و نصرت کے اس عالمی جشن و خوشی کے موقع پر یہ ضروری ہے کہ ان لاکھوں مرد اور عورتوں کا شکریہ ادا کیا جائے جنہوں نے تکلیف اٹھا کر اس جنگ کو کامیاب انجام پر پہنچانے میں حصہ لیا ہے۔ موجودہ جنگ ان معنوں میں عالمگیر رہی کہ اس میں نہ صرف سپاہیوں نے رزمگاہ کی تکالیف اٹھائیں اور اپنی شجاعت اور ہمت سے دشمن کو تباہ و تاراج کیا بلکہ ہر چھوٹے بڑے شہری نے بھی اپنی مقدور بھر شبانہ روز کی انتھک کوششوں سے اس یوم مسرت و جشن کو حاصل کرنے میں حصہ لیا۔

مملکت آصفیہ کی اعلیٰ روایات کے موجب دولت یار وفادار کے شایان شان اعلیحضرت خسرو دکن و برار اور آپ کی رعایا نے تاریک ترین ساعت میں بھی متحدہ اقوام کا ساتھ پامردی اور شجاعت مندی سے دیا۔ فرمانروائے دکن و برار کی حکومت سرکار عالی اور ریاست کی میدانی آبادی نے جس فخر و شان اور دلیری سے ہر موقعہ پر ہمہ وقت رسدوں کی فراہمی میں حصہ لیا ہے، ہر وہ شخص جس نے میدان جنگ کے مختلف مقامات پر بری، بحری اور ہوائی خدمت کی قابل قدر اور نمایاں خدمات انجام دی ہیں جن کا اعتراف خود ملک معظم شاہ برطانیہ اور مسٹر چرچل جیسی بڑی بڑی ہستیوں نے کیا ہے۔

ریاست کی جن سپاہیوں کو جلیل القدر اعزازات عطا کئے گئے ہیں ان کے نام حسب ذیل ہیں:

لفٹنٹ ریکس ای اوس ملٹری کراس بار
سوبیدار میجر شیخ محمد ایڈمن مینشن ان ڈسپیچ
جمعدار شیخ احمد انڈین ڈسٹنگوشڈ سروس میڈل
[illegible]

میجر جنرل امیر حسین بہادر سی، آئی، او، ڈی ایس

آپ نے میدان جنگ کے مختلف مشکل موقعوں پر غیر معمولی جرأت کا اظہار کیا اور ان کی بہادری کی [illegible]
[illegible]

جنگ سے واپس ہونے والے سپاہیوں کو [illegible] آرام و راحت پہنچانے کی انتظامات [illegible] کئے گئے ہیں۔

جو سپاہی میدان جنگ میں نبرد آزما رہے ان کے خاندان کے افراد کی فلاح و بہبود اور امداد کے لئے سارے ممالک محروسہ میں مجلسیں قائم ہیں۔

ان ہیرول مادرین اور دیگر اشخاص کے ساتھ جنہوں نے جنگی خدمات انجام دی ہیں ایک خاص رعایتیں محفوظ رکھی گئی ہیں۔

ممالک محروسہ کے جن نوجوانوں نے ہندوستانی فوج، بحریہ اور ہوائیہ میں داخلہ حاصل کیا تھا انہوں نے نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔

وہ تمام اشخاص قابل مبارکباد ہیں جنہوں نے اپنی شبانہ روز انتھک کوششوں سے ایک نیک مقصد کو شاندار کامیاب منزل تک پہنچانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا اور وہ لوگ قابل عزت ہیں جنہوں نے اپنے شاہ ذیجاہ کی نیک اور اعلیٰ تمناؤں کو پورا کرنے کے لئے میدان جنگ میں اپنی جانیں تک قربان کرنے سے دریغ نہیں کیا۔

ان تمام خوشیوں اور مسرتوں کے موقع پر ایک آدھ تاکیدی لفظ کہنا بے محل نہ ہوگا۔ جو وہ یہ کہ ابھی ہمیں مشرق میں جاپانیوں کو شکست دینی ہے اگرچہ یہ کام آسان تر ہے۔ ہماری مسلح نوجوں نے انہیں نہ صرف ہندوستانی حدود سے بلکہ برما کے مرکزوں اور خود دارالسلطنت سے بھی باہر بھگا دیا ہے۔ اہل ملک میں سے ہر ایک کا اب فرض ہے کہ جاپانیوں کو ہمیشہ کے لئے جنوب مشرقی ایشیا سے باہر کر دیا جائے جس کے بغیر معمولی حالات عود کر سکتے ہیں اور نہ دنیا کو پائدار امن نصیب ہو سکتا ہے۔

ہمارا مقصد یہ ہے کہ ملک کو مستقل امن نصیب ہو اور اس کے حاصل کرنے کے لئے اب جو کمی باقی رہ گئی ہے وہ جاپان کا قلع قمع کرنے کے بعد ہی پوری ہو سکے گی۔

پس یہ ضروری ہے کہ جنگ یورپ کے زمانہ میں اہل ملک نے جس طرح اپنی کوششوں سے ملک کے اندرونی سکون اور امن عامہ کو برقرار رکھے ہیں جیسے ویسے وہ عمل جاری رکھی جائیں تاکہ جاپان کی بیخ کنی جلد تر ہو سکے اور مابعد زمانہ امن کی تنظیم جدید کے منصوبہ بندیوں سے پورا پورا مستفید ہو سکے۔

اس لئے مجلس ہٰذا کی شاخوں، قومی کارکنوں اور پبلک سے توقع کی جاتی ہے کہ ملک کے اندرونی سکون و امن عامہ کی برقراری میں کوئی کوتاہی نہیں کی جائے گی۔

مجلس قیام امن مملکت آصفیہ

جرمنی میں تنظیم جدید کے مسائل پر اتحادی افسروں کا غور و خوض

نیویارک۔ ۵ ارمئی۔ نیویارک ٹائمز کے نامہ نگار ریڈیو ڈلٹن نے پیرس سے اطلاع دی ہے کہ آئزن ہاور کے اعلیٰ اتحادی صدر مقام کے بیشتر افسر اب اس مسئلہ پر غور و خوض کر رہے ہیں کہ جرمنی کی تنظیم جدید کس طرح کی جائے نازی ہائی کمان نے شکست سے قبل ہی بری طرح اپنے ملک کو تباہ و برباد کیا اس پر انہیں بہت کچھ جانچ پڑتال کی ضرورت ہو رہی ہے کہ کس طرح ان مسائل سے دوچار ہوں جو یقیناً آئندہ چند دنوں تک اتحادی فوجی حکومت کے لئے پریشان کن ہوں گے۔

ڈلٹن نے لکھا ہے کہ اس سلسلہ میں چند مسائل پر غور کرنا ہمارے لئے ضروری ہے۔ انہوں نے لکھا ہے شکست کی ساری ذمہ داری ہٹلر پر عائد ہوتی ہے اس کے بعد نازی جماعت بڑی حد تک ذمہ دار ہے جہاں تک متوسط درجہ کے جرمن کا تعلق ہے میرا خیال نہیں ہے میں نے خیالات حاصل کرنے کی کوشش کی مجھے معلوم ہوا کہ وہ اس سے زیادہ متعلق نہیں اپنے وطن فوج ہونے کی حیثیت سے وہ اس سے صرف اسی حد تک متعلق تھے کہ اس کی کامیابیوں پر اظہار خیال کریں اور شکست کو اس جماعت (نازی) جماعت کی کمزوری پر محمول کریں۔

ڈلٹن نے بیشتر افسروں کی آرا معلوم کیں۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ ان مقبوضہ جات میں جہاں امریکی ہنوز افواج نے قبضہ کر لیا ہے امن و امان قائم کرنے کے لئے ہم جرمن جنرلوں سے کام لے سکتے ہیں۔ اس لئے کہ صرف یہی ایک ایسا طبقہ ہے جو اپنے ملک کی تنظیم جدید کے لئے کسی قسم کی خدمت انجام دے سکتے ہیں۔

ڈلٹن نے لکھا ہے کہ یہاں کے بیشتر افسر اس بارہ میں متفق ہیں کہ جنرلوں سے بہتر طور پر کام لیا جا سکتا ہے کارروائیاں نہایت طویل اور مشکل ہوں گی لیکن اس کام کو انجام دینا ضروری ہے۔ یہ واضح طور پر بیان کیا جا رہا ہے کہ ان میں سے بعض کو یقیناً جنگی مجرم کی حیثیت سے پوری پوری سزا دی جائے گی لیکن ابھی تک اس قسم کے انتخابات انجام پذیر نہیں ہوئے ہیں اس کام کو کرنے کے لئے کسی خاص شخص کو ابھی تک مقرر نہیں کیا گیا ہے اس مسئلہ پر بحث کا جاری رہنا ضروری ہے۔

جنرل (؟) سابق چیف آف دی آرمی جنرل آف کے نام پیش کی گئی۔ یہ عہدہ داران کے نائبین جرمن فوج کے قلب و دماغ ہیں۔ اس لئے کہ ان لوگوں سے حیثیت عواقب کے مسائل کا خیال رکھا ہے۔

سلسلہ کی طرح اس مرتبہ بھی دوہری کمیٹی سے یہ ہے کہ جمہوری حکومت نے انہیں دھوکہ دیا۔ ان ترجیحات کا مطلب نازی حکومت ہے۔ اس لئے اگر ایسی بہتر حکومت دی جائے تو وہ فوری مصالحت میں داخل ہو جائیں گے اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس مرتبہ بھی کامیاب رہیں گے۔

ہاشن نے لکھا ہے کہ جرمن جنرل اسٹاف پر بھی نازی پارٹی کی آمیزی ذمہ داری عائد ہو گی انھوں نے اس کی توقع ظاہر کی کہ بہت سے ایسے جرمن افسر جو اس کی کوشش کر رہے ہیں کہ ناتحادی اعلیٰ کمان پر اپنے رسوخ کا اظہار کریں اور ان سے کچھ مراعات حاصل کریں ان میں سے یقیناً بہت سے ایسے بھی ہیں جن پر دوامی اعتماد کیا جا سکتا ہے اور انہیں تنظیم جدید کا کام سپرد کیا جا سکتا ہے تاکہ جرمنی حقیقی معنوں میں ترقی کر سکے۔

خالق ارض و سما اقوام عالم کی عقلوں کی رہنمائی فرمائے۔

بقیہ سلسلہ صفحہ (۲)

جس تک ہماری دلچسپی کا تعلق ہے قریباً وہ محتاج بیان نہیں۔ فرمان اقدس کی تعمیل اور حضرت جہاں پناہ کی سرپرستی اور راہ نمائی میں حکومت، عہدہ داروں اور رعایائے سرکار عالی نے اس جنگ کو کامیاب بنانے میں بدل و جان حصہ لیا اس موقع پر میں ان تمام حضرات کا خواہ وہ امیر ہوں یا غریب شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے وار فنڈ میں چندہ دیا یا ان تکلیفوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا جن سے اس جنگ کے باعث انہیں دو چار ہونا پڑا۔ اس جنگ نے جہاں سول عہدہ داروں کے کام اور ان کی ذمہ داریوں اور پریشانیوں میں دوگنا اور سہ گنا اضافہ کر دیا وہاں اس نے ان میں اشتراک باہمی اور مقصد عامہ کے لئے جذبہ عمل کی ایک نئی روح کو بھی بیدار کر دیا۔ میں ان مساعی کے لئے ان جملہ حضرات کا ممنون ہوں لیکن اس کے ساتھ میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ وہ اس عالمگیر جنگ سے متعلق جانبین کے مقصود کے حصول اور ایک بہتر مابعد جنگ ہندوستان کی تعمیر کے اپنے مردجہد کی رفتار کو سست نہ ہونے دیں۔ یہاں حیدرآباد میں خوش قسمتی سے حضرت حکیم السیاست کی دوربیں نگاہیں اور صحیح راہ نمائی ہمیشہ ہماری پشت پناہ رہی ہیں اور حضور پر نور کے سلطنت برطانیہ کے قدیم دوست یار وفادار

حیثیت کے دوم دوستی سے ہمارے جیش فیضان حاصل کیا ہے۔ اس لئے مجھے اس موقع پر جہاں میں اقوام متحدہ کو مبارکباد دیتا ہوں وہاں یورپ میں آنے والی کی اس فتح مبین پر اپنے ولی نعمت کے حضور میں بھی ہدیہ تبریک پیش کرنے کی عزت حاصل کرتا ہوں اور بارگاہ رب العزت میں دست بدعا ہوں کہ وہ ان جلد آئے کہ جاپان کی کامل شکست کی خبر امن عالم کی بشارت کا پیام ساتھ لائے اور ہم بھی دنیا کے دوسرے حصوں کی طرح حضرت حکیم السیاست کے زیر سایہ اس سلطنت ابد مدت کی ہمہ جہتی ترقی کے منصوبوں کی تکمیل کی جانب پوری قوت کے ساتھ متوجہ ہو سکیں۔ آمین۔

حکومت ہند کی صنعتی پالیسی متضاد رجحانات کی حامل ہے

بقیہ سلسلہ صفحہ (۱)

کرتے ہوئے حکومت بھی ہے کہ وقتاً فوقتاً نفع کی محصول اندازی پر غور کرے گی تاکہ یہ یقین ہو سکے کہ محصولات سے صنعتی نشو و نما پر مضر اثر نہیں پڑ رہا ہے۔ اس طرح حکومت وقت دار ہیں مزدوروں کے لئے اعلیٰ شرح اجرت اور کارخانہ داروں کے لئے اعلیٰ شرح منافع کا یقین دلا رہی ہے۔

حکومت کی پالیسی تشکیل دینے والوں نے یہ نہیں سوچا کہ صنعتی نشو و نما کا مقصد عوام کی ضروریات کی تکمیل ہے صنعتی پیداوار کے مسئلہ کو تقسیم کے مسئلہ سے علیحدہ رکھا گیا ہے اور اس واقعہ کو نظر انداز کر دیا گیا ہے کہ پیداوار کا مقصد صرف ہے۔ اس بیان میں ملک کو صنعتی بنانے کا ایک مقصد بتایا گیا ہے کہ ملک کے وسائل سے پوری طرح استفادہ کر کے قومی دولت میں اضافہ کرنا۔ اور دو دوسرے دو مقاصد رفاہ اور بیروزگاری کا انسداد ہے۔ یہ امر قابل غور ہے کہ نازی جرمنی میں منصوبہ بندی کے مقاصد بھی یہی تھے اور واقعہ یہ ہے کہ جرمنی نے اسلحہ سازی کی صنعت کو وسعت کر کے یہ مقاصد حاصل بھی کر لئے تھے اور ان سے بیروزگاری بھی دور ہو گئی تھی۔

اصطلاحات سے قطع نظر حکومت کی پالیسی کا بنیادی اصول یہ معلوم ہوتا ہے کہ منافع کی رفتاروں کو مختلف طریقوں سے مدد دی جائے چونکہ کارروبار خانگی منافع کے لئے استعمال کیا گیا تو نظام محصول اندازی اور تجارت کی پالیسی کو اس طرح ڈھالا جائے گا کہ اس سے سرمایہ داروں کو

قائدہ پہنچے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ مزدوروں کے لئے اعلیٰ شرح اجرت اور بہتر زندگی کا انتظام کیا جائے گا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس پالیسی کو تشکیل دینے میں ایسے افراد ہو رہے ہیں جو متضاد رجحانات رکھتے ہیں۔ اب سوال صرف یہ ہے کہ کون سا رجحان غالب رہے گا۔

احمد یار [illegible] میں طبع ہو کر دفتر مملکت [illegible] سے شائع ہوا